RAHAT-UL-QULOOB
Bi-Annual, Trilingual (Arabic, English, Urdu) ISSN: (P) 2025-5021. (E) 2521-2869
Project of **RAHATULQULOOB RESEARCH ACADEMY,**
Jamiat road, Khiljiabad, near Pak-Turk School, link Spini road, Quetta, Pakistan.
Website: www.rahatulquloob.com
Approved by Higher Education Commission Pakistan
Indexing: » Australian Islamic Library, IRI (AIOU), Tahqeeqat, Asian Research Index, Crossref, Euro pub, MIAR, ISI, SIS.

TOPIC

مفکرِ اسلام مولانا مفتی محمودؒ کا تحریکِ ختم نبوت میں کردار

The thinker of islam, Mulana Mufti Mahmood,s role in the movement for khatam-e-Nabuwat

AUTHORS

1. Dr. Qazi Abdul Manan, Assistant Professor Islamic Studies, Abasyn University, Peshawar. Pakistan. Email: qaziabdulmanan@yahoo.com
2. Prof. Dr. Abdul Ali Achakzai, Chairman and Ex-DEAN, Department of Islamic Studies, University of Balochistan, Quetta, Pakistan. Email: abdulali.uob@gmail.com

How to Cite: Dr. Qazi Abdul Manan, and Prof. Dr. Abdul Ali Achakzai. 2022. “URDU: مفکرِ اسلام مولانا مفتی محمودؒ کا تحریکِ ختم نبوت میں کردار: The Thinker of Islam, Mulana Mufti Mahmood,s Role in the Movement for Khatam-E Nabuwat.”. *Rahat-Ul-Quloob* 6 (1), 188-98. https://doi.org/10.51411/rahat.6.1.2022/403.

URL: http://rahatulquloob.com/index.php/rahat/article/view/403
Vol. 6, No.1 || Jan–Jun 2022 || URDU-Page. 188-198
Published online: 01-01-2022

QR. Code

مفکرِ اسلام مولانا مفتی محمودؒ کا تحریکِ ختم نبوت میں کردار

The thinker of islam, Mulana Mufti Mahmood,s role in the movement for khatam-e-Nabuwat

[1] قاضی عبد المنان　[2]عبد العلی اچکزئی

ABSTRACT

Maulana Mufti Mahmood was born on January 9, 1919 in a village namely Panyala near Dera Ismail Khan. He received his early education from his father and the local scholars of his family, and then graduated from Shahi Muradabad Madrassa. He was also an excellent reader/Qari. On his return, he was appointed as a seminary in Qasim ul Uloom Multan due to his academic ability. He was initially associated with Jamiat Ulama-e-Sindh and then with Jamiat Ulama-e-Islam Pakistan. He remained the chief minister of Khyber Pukhtunkhwa and did not receive any salary for his post. He took an active part in the 1953 movement for khatam e Nabowat and spent a year in prison. In the 1973 Movement for the finality of Prophethood, he played the role of a debating member of the National Assembly, and after 13 days of debating with mirza Nasir the third caliph of the Qadianis, he made him unanswerable. Thus, the Qadianis were declared non-Muslims in the 1973 constitution. At that time, zulfiqar Ali butto was the prime minister of Pakistan. The greatest feature of his movement is that it was extremely peaceful and no untoward incident of any kind occurred. He participated in a conference regarding zakat ordinance in Jamia Banori town. He was leaving to Saudi Arabia for Hajj when he had a heart attack and died. His funeral prayers were offered at various places besides his son Maulana Fazal ur Rehman.President Gen.zia ul Haq also attended his funeral.

Keywords: Mufti Mahmood, Panyala, Seminary, movement,Debate, khatam-e-Nabowat.

ختم نبوت کا عقیدہ مسلمانوں کے درمیان ایک متفقہ اور اجتماعی عقیدہ ہے۔ اور سب کا متفقہ فیصلہ ہے۔ کہ ختم نبوت کا منکر کافر اور مرتد ہے۔ اور اس فتنے کو سب سے پہلے ختم کرنے کے لیے حضرت ابو بکر صدیقؓ کی کوششوں کو خراج تحسین پیش کیا جاتا ہے۔ کیونکہ انہوں نے تمام مصلحتوں کو بالائے طاق رکھ کر فتنہ ارتداد اور فتنہ انکار ختم نبوت کی سرکوبی کی۔

برصغیر پاک وہند کی تاریخ اور تحریک تحفظ ختم نبوت کو ہر دور کے مختلف علماء اور مشائخ نے علمی، قلمی اور عملی جہاد کے ذریعے اس کو زندہ رکھا اور عوام الناس میں بیداری اور شعور پیدا کیا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کی نبوت ورسالت آفاقی اور عالمگیری ہے۔ فرمایا۔ قل یا ایھا الناس انی رسول الله الیکم جمیعاً[1] ترجمہ (اے رسول ان سے) کہو کہ: "اے لوگو میں تم سب کی طرف اس اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں"۔ آپ کی ختم نبوت کے بارے میں قرآن نے آپ کو خاتم النبیین کے لقب سے پُکارا ہے[2]۔ جس کی روشنی میں علماء نے اس عقیدے کی اہمیت کو اُجاگر کیا کیونکہ "عقیدہ ختم نبوت" درحقیقت اُمت مسلمہ کی وحدت ہے۔ اور مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ خواہ جو کسی بھی مسلک یا فقہ کا پیروکار ہو۔ لیکن

جو اس وحدت کو توڑتا ہے۔وہ اُمت محمدیہ کے رشتہ سے منقطع ہو جاتا ہے لہذا اُمت مسلمہ کے اس وحدت کو توڑنے کے لیے اور انگریزوں نے اپنے اقتدار کو طول دینے کے لیے(Divide and Rule)لڑاؤاور حکومت کرو کی پالیسی اختیار کی۔اور اس سلسلے میں اُنھوں نے مرزاغلام احمد قادیانی کو پیش کیا۔جس نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرکے وحدت کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔مگر اللہ تعالی کے فضل و کرم سے تمام مسالک کے علماء کی متفقہ کوششوں کے نتیجے میں پاکستان کے آئین میں ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔

اس سلسلے میں اس تحقیق کا ہدف مختلف کُتب کی روشنی میں یہ حاصل کیا گیاہے کہ علماء کے اتحاد و اتفاق کی وجہ سے اس تحریک کو یہ کامیابی حاصل ہوئی۔اور نہ صرف یک طرفہ طور پر بلکہ ان کو قومی اسمبلی میں اپنا موقف پیش کرنے کے لیے تقریباً چودہ دن تک دلائل پیش کرنے کے لیے جملہ ممبران کی موجودگی میں موقعہ دیا گیا جو دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو گیا۔جوابی دلائل پیش کرنے کے لیے قومی اسمبلی کی اپوزیشن نے علماء میں جس شخصیت کا انتخاب کیا وہ مفکرِ اسلام مولانا مفتی محمود تھے۔

ابتدائی تعلیم وتربیت:

مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ کی پیدائش 4 ربیع الثانی 1337ھ بمطابق 9 جنوری 1919ء کو گاؤں پنیالہ ڈیرہ اسماعیل خان میں ہوئی۔آپ افغان قوم کے قبیلہ ناصر کی مشہور شاخ یحیٰی خیل سے تعلق رکھتے ہیں۔آپ کے والد نے افغانستان سے یہاں ڈیرہ اسماعیل خان میں پنیالہ کے مقام پر آکر مستقل سکونت اختیار کی۔ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم خلیفہ محمد صدیقؒ[3] مرحوم سے اور مولوی شیر محمدؒ[4] مرحوم سے حاصل کی۔اس کے بعد آپ مدرسہ شاہی مراد آباد میں چھ سال تک زیر تعلیم رہے۔آپ نے درس نظامی کے ساتھ قرات سبعہ و عشرہ بھی پڑھیں۔علمِ قرات میں کمال اور عبور حاصل تھا۔تحصیل علم سے فارغ ہو کر آپ جامعہ عزیزیہ کے نام سے ایک مدرسہ میں تین سال تک پڑھاتے رہے۔علاقے اور دور دراز سے آنے والے طلباء کو علم کے نور سے منور کرتے۔اس دوران تلامذہ کی بھی ایک اچھی خاصی تعداد ہو گئی تھی۔جس کی وجہ سے ایک شاگرد نے مدرسہ قاسم العلوم ملتان[5] میں اپنے اساتذہ کے سامنے مفتی صاحب کی تدریسی صلاحیتوں اور علمی عظمت کا ذکر کیا۔تو مدرسے کے ارباب انتظام وانصرام نے حضرت مفتی صاحب کو اپنے مدرسہ میں پڑھانے کی دعوت دی۔جسے مفتی صاحب نے قبول کر لیا۔یہی سے آپ کی علمی وسیاسی ترقی کا آغاز ہوا۔اور آپ کی شہرت کو چار چاند لگ گئے۔سیاسی لحاظ سے آپ جمعیت العلماء اسلام کے ساتھ وابستہ تھے،اور بعد میں جنرل سیکرٹری منتخب ہوئے۔[6] آپ نے 1962ء میں سب سے پہلا قومی اسمبلی کا الیکشن لڑا۔اور ڈیرہ اسماعیل خان کی واحد سیٹ سے کامیاب ہوئے،اور پارلیمنٹ کے اندر ایوب خان کے غیر جمہوری،غیر اسلامی اور آمرانہ دستور کی مخالفت کی۔1970ء کے انتخابات میں ڈیرہ اسماعیل خان سے آپ نے پیپلز پارٹی کے چیرمین ذوالفقار علی بھٹو کو شکست دی۔اور بھاری اکثریت سے کامیابی حاصل کی۔اس وقت ملک کو آئین سازی کا مسئلہ درپیش تھا۔آپ آئین ساز کمیٹی کے رکن مقرر ہوئے۔اور 1973ء کے آئین میں جتنی اسلامی دفعات موجود ہیں۔ان کو آئین کا حصہ بنانے میں آپ کا حصہ نمایاں ہے۔جس میں مرزائیت کو غیر مسلم قرار دینا بھی شامل ہے۔[7]

تصنیفات:

اللہ تعالیٰ نے مفتی محمودؒ کو علمی شان، فضل و تقویٰ کے ساتھ ساتھ قائدانہ صلاحیتوں اور تصنیف و تالیف کی مہارت سے بھی نوازا تھا۔

جن کا اُبھرنا اس تحریک سے شروع ہوا۔ اور تحریک ختم نبوت 1953ء سے آپ نے آغاز کیا۔ آپ کو اس تحریک میں ایک سال کی قید ہوئی۔ اور یوں سات ماہ تک آپ جیل میں رہے[8]۔ آپ نے عربی میں "المتبنیٔ القادیانی من ھو"[9] کے نام سے ایک رسالہ لکھا۔ جو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے شائع کیا گیا[10] آپ عربی زبان کے بولنے اور لکھنے پر مکمل دسترس رکھتے تھے۔ مولانا کفایت اللہ صاحب کی وفات پر دورانِ جیل آپ نے 1953ء میں ایک مرثیہ لکھا۔ جو الجمعیۃ دہلی میں شائع ہوا۔ اسی طرح ایک قصیدہ نداء الاسیر کے نام سے بھی بزبان عربی میں لکھا۔ جس نے کافی شہرت حاصل کی۔ آج کل ترکی کی عالمی شہرت کا حامل عظیم اشاعتی ادارہ "المکتبۃ الاخلاص" (وقف) کی طرف سے اس کو شائع کیا جاتا ہے۔

زبد المقابل فی رؤیۃ الہلال: جس میں رمضان المبارک اور عیدین کے چاند دیکھنے کے حوالے سے علمی دلائل پیش کیے گئے۔ نیز اس میں موسمیات، جدید سائنس اور ٹیکنالوجی کے بارے میں اُمت کی رہنمائی کے لیے شرعی آراء کی وضاحت کی گئی ہے۔

التسہیل الاحکام الترتیل: عربی زبان میں ہے۔ جس کا مترجم دارالقراء نمک منڈی پشاور کے مولانا قاری فیاض الرحمٰن علوی ہیں۔

زادالمنتہی شرح سنن ترمذی (جلد اول) اس شرح کی اشاعت مولانا شیر علی شاہ صاحب کی کوششوں سے ممکن ہوئی۔ اس میں بھی فقہی مباحث پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔

فتاوی مفتی محمود: یہ فتاوی عوام کے سوالات کے جوابات پر مشتمل ہے۔ اس کے ابواب کی ترتیب فقہی ابواب کے عین مطابق ہے۔ عوام الناس میں بہت مقبول ہے۔

تفسیرِ محمود: تفسیر محمود مؤلف کے درس تفسیر کی افادات ہیں۔ اس تفسیر میں قرآن حکیم کا ترجمہ حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کا ہے۔ جب کہ مؤلف کی تفسیر کو افادات محمود کے عنوان کے تحت درج کیا ہے یہ تفسیر تین جلدوں پر مشتمل ہے۔[11]

اولاد:

حضرت مولانا مفتی محمود نے دو شادیاں کیں تھیں۔ پہلی شادی 1946ء میں ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے دو بیٹوں سے نوازا۔ پھر بوجہ بیماری مزید اولاد نہ ہونے کی صورت میں دوسری شادی 1960ء میں کی۔ پہلی بیوی سے اللہ تعالیٰ نے دو بیٹے عطا کئے، مولانا فضل الرحمٰن اور مولانا عطاء الرحمٰن۔ اول الزکر قائد جمعیت اور قائد ملت اسلامیہ کے نام سے مشہور ہیں اور جمعیت العلماء اسلام کے سربراہ کی حثیت سے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ آپ ہی کی کوششوں سے جمعیت العلماء اسلام خیبر پختونخواہ کی مذہبی جماعتوں میں اکثریت رکھتی ہے۔ اور پانچ سال تک خیبر پختونخواہ میں کامیاب حکومت کی۔ آپ کشمیر کمیٹی کے چیرمین 10 سال سے زائد عرصہ تک رہے اور مفتی صاحب کے نقشِ قدم پر چل کر جماعت کو ترقی کی راہ پر گامزن کر رکھا ہے اور اپنے والد کا نام زندہ رکھا۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے۔

اذامات الانسان انقطع عملہ الا من ثلاثۃ اشیاء: صدقۃ جاریۃ اوعلم ینتفع بہ اوولدصالح یدعولہ[12]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو تین کاموں صدقہ جاریہ، وہ علم جس سے استفادہ کیا جائے اور نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرے، کہ سوا اس کے اعمال کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے۔

دوسرے بیٹے مولانا عطاء الرحمنٰ اس وقت سنیٹر ہیں۔ اور جمعیت العلمائے اسلام خیبر پختونخواہ کے صدر ہیں۔ دوسری بیوی سے تین بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ پہلے بیٹے کا نام مولانا لطف الرحمنٰ ہے۔ جو صوبائی اسمبلی کے ممبر ہے اور قائد حزب الاختلاف بھی رہ چکے ہیں۔ دوسرے بیٹے کا نام انجینیر ضیاء الرحمٰن ہے، جو افغان کمشنر رہ چکے ہیں۔ تیسرے بیٹے کا نام مولانا عبید الرحمٰن ہے۔ پہلی صاحبزادی کی شادی حافظ حیات اللہ سے ہوئی ہے، جن کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں، جو زیرِ تعلیم ہے۔ دوسری بیٹی کی شادی قاری عبد الرؤف مدنی سے ہوئی ہے، جن کے چار بیٹے ہیں۔ بڑا بیٹا مولانا مفتی عامر محمود اس وقت قاسم العلوم ملتان میں ناظم تعلیمات اور مدرس ہے۔ دوسرا ڈاکٹر، تیسرا موقوف علیہ اور چوتھا انجینیرنگ یونیورسٹی کا طالب علم ہے۔ تیسری بیٹی کی برکت خان سے شادی ہوئی ہے۔ بچے زیرِ تعلیم ہیں اور پشاور ڈویلپمنٹ اتھارٹی (PDA) میں ڈپٹی ڈائریکٹر کے فرائض انجام دے رہا ہے۔

وفات:

آپ کی وفات 14 اکتوبر 1980ء بمطابق 4 ذی الحج 1400ھ بروز منگل الجامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی میں ہوئی اُس وقت آپ علماء کے ساتھ ایک اہم قومی ودینی مسئلہ "پاکستان میں نظام زکوٰۃ" کے حوالے سے گفتگو شروع کرنے والے تھے کہ اچانک دل کا دورہ پڑا جو جان لیوا ثابت ہوا۔ حالانکہ آپ سفر حج پر روانہ ہونے والے تھے[13]۔ مکہ مکرمہ میں آپ کے ساتھی آپ کی آمد کا انتظار کر رہے تھے۔ جس دن آپ کی روانگی تھی۔ اسی دن آپ کا انتقال ہوا[14]۔ آپ کا پہلا جنازہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی ہی میں ڈاکٹر حضرت مولانا عبد الحیؒ عارفیؒ[15] نے پڑھایا۔ آپ کو چارٹرڈ طیارے کے ذریعے ملتان لے جایا گیا۔ وہاں نمازِ جنازہ حضرت مولانا عبد اللہ درخواستیؒ نے پڑھایا۔ تیسری مرتبہ یہیں پر مولانا عبد اللہ سابق امیر جماعت اسلامی پاکستان نے میاں طفیل محمد صاحب کی معیت میں جنازہ پڑھایا۔ ڈیرہ اسماعیل خان پہنچنے پر صاحب زادہ مولانا محمود صاحب گدی نشین خانقاہ یسین زئی کی امامت میں لوگوں نے نمازِ جنازہ پڑھی۔ آبائی گاؤں عبدل خیل[16] پہنچنے پر صاحبزادہ مولانا فضل الرحمن دامت برکاتہم نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ اس جنازے میں سابق صدر پاکستان جنرل ضیاء الحق نے بھی شرکت کی تھی۔ نماز سے قبل مولانا فضل الرحمن (قائد جمعیت) کی دستار بندی صاحبزادہ محمود صاحب خانقاہ یسین زئی کے دست مبارک سے ہوئی۔ اور اپنے آبائی قبرستان میں سپرد خاک کر دیئے گئے[17]۔ ختم نبوت میں آپ کا جو کردار مبلغانہ، مباہلانہ، مؤلفانہ، مناظرانہ اور مجاہدانہ ہے۔ پاکستان کی تاریخ میں اُسے سنہرے حروف سے لکھا گیا ہے۔

ختم نبوت میں قائدانہ، مجاہدانہ اور مباہلانہ کردار:

مفتی محمود کا وجود ملت اسلامیہ کیلئے عطیہ خداوندی تھا، قدرت نے آپ کو بے شمار خوبیوں سے نوازا تھا۔ آپ نے ختم نبوت کے حوالے سے جو پُر امن تحریک چلائی، پاکستان کی تاریخ میں اس کو بہت اہمیت حاصل ہے، کیونکہ ختم نبوت کا عقیدہ ان اجماعی عقائد میں سے ہے، جو اسلام کے اصول اور ضروریاتِ دین میں شمار کئے گئے ہیں۔ یہ بات قرآن اور حدیث متواترہ کے ذریعے واضح کی گئی ہے کہ جس نے بھی آپ ﷺ کے بعد نبوت کا دعوی کیا وہ جھوٹا، مکار اور فریبی ہو گا۔ اگرچہ وہ خوارق عادات اور شعبدہ بازی دیکھائے اور مختلف قسم کے جادو و طلسماتی کرشموں کا مظاہرہ کرئے۔[18]

آپ کو قدرت نے بے شمار خوبیوں سے نوازا تھا اور آپ کی تمام خوبیاں وصلاحیتں اسلام کے لیے وقف تھیں۔ قیام پاکستان کے فوراً بعد مرزائیوں نے اپنی تبلیغی سرگرمیاں شروع کیں۔ اور بلوچستان کو مرکز بنانے کی کوشش کی۔ اور یوں مرزائیوں کے مذموم عزائم پورے ملک میں پھیلنا شروع ہوئے۔ مرزائیوں کے ان اشتعال انگیز بیانات کی وجہ سے علماء اور عوام الناس کی طرف سے سخت رد عمل سامنے آیا۔ ان حالات میں علماء کرام نے اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرتے ہوئے ناموس رسالت کی خاطر امت مسلمہ کی رہنمائی اور اس فتنے کے سر کچلنے کے لیے آپس میں رابطے شروع کیے۔ اس کا پہلا کنونشن 9 مئی 1951ء کو برکت علی ہال لاہور میں منعقد ہوا جس میں امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے بھی شرکت کی[19]۔ آہستہ آہستہ مرزائیوں کی یہ سازشیں خطرے کی صورت اختیار کرنے لگیں۔ مجلس عمل (جس کا نام آج کل عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ہے) نے 23 جنوری 1953ء کو وزیر اعظم پاکستان خواجہ ناظم الدین[20] سے مل کر درج ذیل تین مطالبات پیش کیئے:

1) مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔
2) چوہدری ظفر اللہ خان کو وزارت خارجہ کے عہدے سے ہٹایا جائے۔
3) مرزائیوں کو تمام کلیدی آسامیوں سے برطرف کیا جائے۔

ملک کے تمام جید علماء کرام مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا احمد علی لاہوری[21]، مولانا محمد علی جالندھری[22]، مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی[23]، مولانا نصیر الدین غور غشتی رحمہ اللہ وغیرہ علماء کے اس قافلے میں مولانا مفتی محمودؒ بھی شامل ہوئے۔[24] اللہ تعالی نے مفتی محمود کو علمی شان، فضل و تقویٰ کے ساتھ ساتھ قائدانہ صلاحیتوں سے بھی نوازا تھا۔ جن کا اُبھرنا اس تحریک سے شروع ہوا، اور تحریک ختم نبوت 1953ء سے آپ نے آغاز کیا۔ عہدِ شباب میں آپ نے اس تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔[25]

جب آپ یکم مئی 1973ء کو خیبر پختونخواہ (صوبہ سرحد) کے وزیر اعلیٰ منتخب ہوئے۔ دورانِ وزارت آپ نے اپنے عہدے کی کوئی تنخواہ نہیں لی۔ اور ہر جمعہ کو پشاور شہر کی مختلف مساجد میں نمازِ جمعہ کی تقریر اور امامت خود کرتے اور عوام سے عام ملاقات کیا کرتے تھے[26]۔ تو اس دوران آپ کے علم میں یہ بات لائی گئی۔ کہ مرزائیوں نے ایبٹ آباد میں "گرمائی ربوہ" بنانے کے لیے ایک وسیع وعریض رقبہ حاصل کر لیا ہے۔ مفتی صاحب نے فوراً گورنر ارباب سکندر خان[27] خلیل کو مشورہ دیکر ایک آرڈیننس جاری کیا۔ کہ صوبائی حکومت کسی کی نجی ملکیت کو بحق سرکار ضبط کر سکتی ہے۔ اس آرڈیننس کے اجرا سے مرزائی وہاں سے بے دخل ہوئے۔ اور ان کی کوششیں ناکام ہوئیں۔[28]

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ 1974ء کی تحریک ختم نبوت میں آپ نے مولانا محمد یوسف بنوریؒ کے ہمراہ مجاہدانہ اور قائدانہ طریقے سے اس تحریک میں ایسی جان ڈالی۔ کہ پورا ملک قادیانیوں کے خلاف ہو گیا۔ تمام مکتبہ فکر کے علماء اور عوام نے آپ کا ساتھ دیا۔ آپ نے 6 ستمبر 1974ء جامع مسجد مہابت خان[29] پشاور میں جمعہ کی نماز پڑھائی، تقریر اور نماز کے بعد ایک عظیم الشان جلوس کی قیادت کرتے ہوئے جناح پارک میں منعقدہ جلسہ سے خطاب کیا، جس سے حکومت وقت کو خطرہ لاحق ہوا۔ اس دن پورے ملک میں ہڑتال تھی اور کسی قسم کا ناخوشگوار واقعہ پیش نہیں آیا تھا۔ اسی طرح پورے خلوص نیت کے ساتھ ممبران اسمبلی حزب اختلاف و حزب اقتدار دونوں کو اس حقیقت سے آشنا کرنے کی کوشیش کیں۔ آپ کے اخلاص اور بصیرت علم سے سب نے آپ کا ساتھ دیا۔[30] آپ کی اس جدوجھد کے سب معترف تھے اور

آپ کو اس تحریک کا قائد تسلیم کرتے تھے کیونکہ اس فتنے کے تعاقب اور خاتمے میں آپ نے اپنی علمی، فکری اور قائدانہ صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا اور آپ کی یہ جدوجہد مخلصانہ قومی اسمبلی کے اندر اور باہر ملت اسلامیہ کی نمائندگی کے لیے ایک ناقابل فراموش کارنامہ قرار دیا جاچکا ہے۔ اور تحریری طور پر تمام مکتبہ فکر کے علماء جن میں دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث اور اہل تشیع کی کثیر تعداد شامل ہے۔ آپ کی قائدانہ اور مجاہدانہ صلاحیتوں کا اعتراف کر چکے ہیں۔[31]

فاتح قادیانیت کا اعزاز:

قادیانیوں کو ناکام اور غیر مسلم قرار دینے کے لیے پاکستان کی پارلیمنٹ میں جب یہ مسئلہ پیش کیا گیا تو اس وقت کے وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو تھے، وہ اس مسئلے کو جمہوری اور دلائل کی روشنی میں حل کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے پاکستان کے علماء اور عوام کے جذبات، احساسات، جلسے، جلوسوں اور ہڑتالوں کے ذریعے اس مسئلے کی نزاکت کو سمجھا۔ تو اس کو حل کرنے کے لیے قومی اسمبلی میں یہ مسئلہ پیش کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ایک ایسے مسئلے کو انتہائی خوبصورتی کے ساتھ حل کرایا۔ جو برسوں سے الجھا پڑا تھا۔ اس تاریخی اقدام کا ایک لازمی فائدہ یہ ہوا کہ حکومت، عوام کے قریب آگئی۔ اور دونوں کے دلوں کے فاصلے کم ہوئے۔[32]

قومی اسمبلی میں اگرچہ ہر مکتبہ فکر کے علماء موجود تھے جن میں بریلوی مکتبہ فکر کے قائد مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا عبد المصطفیٰ ازھری کے علاوہ مولانا ظفر احمد انصاری، پروفیسر غفور احمد، مسلم لیگ کے چوہدری ظہور الٰہی، نواب زادہ نصر اللہ خان، مولانا عبد الحکیم، شیخ الحدیث مولانا عبد الحق، مولانا غلام غوث ہزاروی، مولانا نعمت اللہ، مولانا صدر الشہید اور اپوزیشن لیڈر خان عبد الولی خان اور دیگر مقتدر شخصیات موجود تھیں۔ مگر سب نے آپ کو اپنا قائد تسلیم کیا تھا[33]۔ آپ کی ناموس رسالت کے لیے جلسوں اور جلوسوں میں شرکت ایک طرف عوامی سطح پر راہ ہموار کر رہی تھی تو دوسری طرف قانون دانوں سے مشورہ کر کے اسمبلی میں اس وقت کے قادیانیوں کے امام مرزا ناصر احمد[34] پر دلائل کے ذریعے گرفت کر کے اس کو لاجواب کیے ہوئے تھے۔[35] حالانکہ یہ کام اس وقت کے اٹارنی جنرل یحییٰ بختیار صاحب کا تھا۔ بالاخر اس تحریک میں کامیابی حاصل کر کے آج فاتح قادیانیت کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں۔

آپ نے اسمبلی کے اندر 22 اگست 1974ء تا 5 ستمبر 1974ء تک عقلی و نقلی دلائل سے مناظرہ کر کے مرزا ناصر احمد کو لاجواب کیا۔ اور اسمبلی میں موجود تمام ممبران نے آپ کی علمی بصیرت کو سلام پیش کیا۔ جس کیلئے قومی اسمبلی کا ریکارڈ تحریری طور پر پانچ جلدوں میں کتابی شکل میں شائع ہو چکا ہے[36]۔ چنانچہ 7 ستمبر 1974ء کو پاکستان کی قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ اور یہ دن پاکستان کی تاریخ میں یادگار دن کہلاتا ہے۔ یہ دن 1953ء اور 1974ء کے شہیدانِ ختم نبوت کا خون رنگ لایا۔ تاہم اس فیصلے کو مؤکد کرنے کے لیے مرزا ناصر کو اسمبلی میں لانے کیلئے ایک قانونی شکل بھی دی گئی۔ جس سے یہ مشکل حل کرنے کے لیے پوری قومی اسمبلی کو "خصوصی کمیٹی برائے بحث قادیانی ایشو" میں بدل دیا گیا۔ اور قومی اسمبلی میں لانے کیلئے راستہ نکالا گیا۔[37] اگر مرزائیوں کو صفائی کا موقع نہ دیا جاتا۔ تو ہو سکتا ہے کہ وہ اس وقت بین الاقوامی طور پر پروپیگنڈہ کر کے اپنے آپ کو بے گناہ قرار دیتے۔ جبکہ 200 صفحات پر مشتمل ایک کتاب مکمل طور پر مرزا ناصر نے لفظ بہ لفظ سنائی اور اس پر انہوں نے اپنا موقف پیش کیا۔ مرزا ناصر نے اسمبلی کے اسپیکر فاروق علی صاحب سے مزید وقت مانگنے کی درخواست بھی

کی جو قبول کی گئی اور جماعت احمدیہ کے معنی اور اسکی تشریح اور اپنا مکمل مؤقف پیش کیا۔[38] مگر اس کے باوجود 13 روز کی جرح کے بعد وہ لاجواب ہوئے اور یوں فیصلہ ان کے خلاف ہوا[39]۔ حزب اختلاف نے بھی "ملت اسلامیہ کا موقف" کے نام سے دو سو (200) صفحات پر مشتمل ایک مطبوعہ دستاویز ارکان اسمبلی میں تقسیم کی۔ جسکی تدوین وترتیب مولانا مفتی محمد تقی عثمانی اور شہید مولانا سمیع الحق نے کی۔[40]

قومی اسمبلی میں دلچسپ مکالمہ:

مولانا عبد الحفیظ مکی[41] مولانا مفتی محمود کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم حرم شریف میں بیٹھے ہوئے تھے۔ مفتی محمودؒ کا میرے ساتھ بہت ہی قریبی تعلق تھا۔ اور جب بھی حج کے لیے آتے تو میرے گھر میں ٹھہرتے تھے۔ حج بھی میرے ساتھ کرتے تھے۔ ہم رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے کہ اتفاق سے باتیں چل پڑیں۔ تو مفتی صاحب نے کہا کہ مکی صاحب "میں اللہ کے آگے بڑا روتا تھا" اور گڑگڑاہٹ کرتا تھا اور تہجد میں بھی روتا تھا کہ یا اللہ میں قرآن وحدیث پڑھانے والا بندہ۔ ساری زندگی حدیث پڑھائی ہو، ساری زندگی فقہ پر کام کیا ہو، مجھے کس گناہ کی سزا ہے کہ اسمبلی میں آگیا ہوں انہوں نے کہا کہ مکی صاحب جب قادیانیت کا مسئلہ چلا اور مرزا ناصر اسمبلی میں آیا، اور الحمد اللہ اللہ تعالیٰ نے اہل سنت والجماعت کی طرف سے مجھے مناظرے ومباہلے اور مباحثے کا یہ اعزاز بخشا ویسے قانونی وکیل تو یحییٰ بختیار تھے جو اس کو قانونی شکل دیتے تھے۔ اصل سوال وجواب ہم دیتے تھے انہوں نے کہا کہ ایک دن ایسا ہوا کہ مرزا ناصر اتنا بڑا بنڈل اخباروں کا اپنے ساتھ لے کر آیا۔ اس نے کہا جناب سپیکر بحث کے آغاز سے پہلے میں آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ یہ دیکھیں فلاں تاریخ کو اشتہار شائع ہوا کہ علمائے بریلویوں نے علمائے دیوبند کو کافر کہا۔ اہل حدیث نے علمائے احناف کو کافر کہا اور یہ اس طرح وہ سارے اشتہارات پیش کیے۔ انہوں نے کہا کہ جناب سپیکر مولویوں کی تو ایک دوسرے کو کافر کہنے کی عادت ہے۔ اگر انہوں نے ہمیں (قادیانیوں) کو کافر کہا ہے تو آپ سنجیدگی سے کیوں لے رہے ہیں۔ یہ لوگوں کو مسلمان کم بناتے ہیں اور کافر زیادہ انہوں نے ایسی پر مغز تقریر کی۔ کہ اسمبلی اس سے بڑی متاثر ہوئی۔ اور سب کی نظریں مجھ پر لگی ہوئی تھیں۔ کہ اب مفتی صاحب اس کا کیا جواب دیتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے اور اس حقیقت سے تو انکار بھی نہیں کیا جا سکتا۔ جب سپیکر نے مجھے جواب کا موقعہ دیا۔ تو میں نے کہا جناب سپیکر۔ مرزا ناصر احمد نے جو کچھ پیش کیا بالکل ٹھیک ہے میں مانتا ہوں، میں تسلیم کرتا ہوں، لیکن علمائے دیوبند نے جب بریلویوں کے خلاف اشتہار دیا تو فوراً بریلویوں کے بڑے بڑے علماء نے جواب دیا کہ ان چیزوں کو ہم بھی شرک سمجھتے ہیں اگر ہمارے لوگ کرتے ہیں تو جاہل ہیں۔ ہم ان چیزوں کو نہیں مانتے تو جب انہوں نے وجوب الکفر کا انکار کر دیا تو وہ کافر نہ رہے۔ اب بریلویوں نے ہم پر فتویٰ لگا دیا کہ دیوبندی گستاخ رسول ہیں، ہم نے ان کا جواب دیا کہ آپ غلط کہہ رہے ہیں ہم تو سرکار کو خیر البشر اور سید البشر کہتے ہیں اور امام الانبیاء مانتے ہیں۔ ایسی بات تو ہم سوچ ہی نہیں سکتے، تو ہم نے بھی وجوہات کفر کا انکار کر دیا اور فتویٰ ختم ہو گیا۔ مرزا صاحب آپ پر جو کفر کا فتویٰ لگا ہے کہ آپ کے امام نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے، آپ بھی وجوہ کفر کا انکار کر دیں، تو ہم فتویٰ واپس لے لیں گے۔ آپ کہہ دیں کہ نہیں جی، نہیں جی، مرزا صاحب نبی نہیں ہیں ان کی نبوت کا دعوی غلط اور جھوٹا ہے تو بات ختم ہو گئی۔ وہ اس سے لاجواب ہو گئے اور خاموشی سے بیٹھ گئے تو کہتے ہیں کہ اس دن مجھے خیال آیا اور پھر فیصلہ بھی ہمارے حق میں ہوا کہ اللہ نے شاید مجھے اسمبلی میں اسی لیے بھیجا تھا، کیونکہ میں عطاء اللہ شاہ بخاریؒ سے کوئی بڑا لیڈر نہیں تھا۔ مولانا محمد علی جالندھری، ابو الحسن اتنے بڑے بڑے لوگ، انہوں نے تحریک چلائی، دس ہزار مسلمان شہید

ہو گئے لیکن ختم نبوت کا مسئلہ حل نہیں ہوا اور ہمارے دور میں کسی کو تھپڑ بھی نہیں لگا اور اُن کے پاس باہر کی قوت تو تھی۔ اسمبلی میں قوت نہیں تھی، اب ہمارے پاس اندر بھی قوت تھی اور باہر بھی۔ اس لیے ہم اس مسئلے میں کامیاب ہوئے۔[42]

خلاصہ بحث:

پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہے۔ یہ اسلام کے نام سے معرضِ وجود میں آیا۔ اور اس سلسلے میں مسلمانوں نے مالی اور جانی قربانیاں پیش کیں۔ یہاں تک کہ اپنے عزیز واقارب اور جائیدادوں کو چھوڑ کر مہاجر ہوئے۔ تاہم اس وقت سے انگریز سامراج کی یہ کوشش تھی۔ کہ اس کی بنیادیں کمزور رکھیں جائیں۔ اور وقتاً فوقتاً ایسے حالات پیش کیے گئے۔ جس سے پاکستانیوں کو تاحال پریشان رکھا گیا۔ مگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پاکستانیوں نے یہ سب پریشانیاں برداشت کیں۔ اور آج ۷۴ سال گزرنے کے باوجود بھی یہ مملکت آزاد ہے۔ اور دنیا کے نقشے پر قائم و دائم ہے۔ ملک کی اپوزیشن میں جتنا بھی اختلاف ہو۔ مگر اس کی سالمیت اور استحکام پر وہ ایک ہیں۔ لہٰذا مرزائیوں نے بھی عقیدہ کے لحاظ سے یہاں کے لوگوں کو نقصان پہنچانے کی کوشیش کی۔ جس میں وہ ناکام ہوئے۔ جہاں تک قومی اسمبلی کا تعلق ہے۔ تو اسمیں ۹۰ سالہ یہ پُرانا قادیانی مسئلہ ہمیشہ کے لیے حل کیا گیا۔ حالانکہ قومی اسمبلی میں ایسی جماعتیں بھی تھیں۔ جو اپنے رنگ وڈھنگ کے اعتبار سے سیکولر تھیں۔ لادینی نظام کی علمبردار تھیں۔ مگر ختم نبوت کے مسئلہ پر انہوں نے پورا تعاون کیا۔ اور اس کی اصل وجہ علمائے حق ہے۔ جنھوں نے عوام الناس کو اسلام کے متعلق متحد رکھنے کی کوشش کی ہے۔ جب تک مفکر اسلام مولانا مفتی محمود جیسے علماء اور اکابرین کے پیروکار اور محب وطن علماء ومشائخ موجود ہوں گے۔ پاکستان کے نظریاتی عمل کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ (ان شاء اللہ)

حوالہ جات

---

[1] سورۃ الاعرف، آیت:158

[2] سورۃ الاحزاب، آیت:40

[3] خلفیہ محمد صدیق، جید عالم دین تھے۔ انکے آباؤاجداد افغانستان میں آباد تھے۔ جو قبیلہ یسین زئی کے نام سے مشہور تھا۔ اس قبیلے کے لوگ موسم سرما میں عیسیٰ خیل ضلع میانوالی اور پنیالہ میں خیمہ زن ہوتے۔ اور گرمیوں میں افغانستان چلے جاتے۔ آپ عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ تصوف کے چاروں سلسلوں میں خلیفہ مجاز تھے۔ افغانستان سے پنیالہ ڈیرہ اسماعیل خان میں مستقل سکونت اختیار کی۔ 13 صفر المظفر 1371ھ مطابق 14 نومبر 1951ء وفات پاگئے اور یہی دفن ہوئے (ماخوذ مقالہ مفتی محمود از مولانا عبد الحکیم اکبری)

[4] مولوی شیر محمد مرحوم ملا گل خان کے صاحبزادے اور مفتی صاحب کے ماموں ہیں۔

[5] مدرسہ قاسم العلوم کا شمار پاکستان کے مشہور مدارس میں ہوتا ہے۔ یہ مدرسہ اس وقت ملتان میں گول گشت کالونی میں واقع ہے۔ اس مدرسہ کا سنگ بنیاد حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ نے 1936ء بمطابق 1355ھ میں اپنے دست مبارک سے رکھا تھا۔ اس مدرسہ کے سب سے پہلے نگران مولانا محمود اختر صاحب تھے اور مولانا محمد شفیع صاحب پہلے مفتی تھے جبکہ حضرت مولانا محمد مسعود صاحب پہلے ناظم تھے اور حضرت مولانا مفتی عبد اللہ صاحب پہلے صدر مدرس مقرر ہوئے۔ مولانا مفتی محمود 1950ء میں اس مدرسہ میں بحیثیت مدرس مقرر ہوئے اور 1974ء میں جامع قاسم العلوم کے مہتمم بنے اور سب سے طویل عرصہ بحیثیت مہتمم اور مفتی کے یعنی 29 سال تک آپ نے گزارا۔ (ماخوذ حالات ڈاکٹر عتیق الرحمن ولد حال شیخ الحدیث مولانا محمد اکبر صاحب مدظلہ)

[6] اکبری، عبد الحکیم، مولانا ڈاکٹر، مفتی اعظم مولانا مفتی محمود کی علمی دینی وسیاسی خدمات، ص102، اشاعت 2010ء بمطابق 1431ھ مکتبہ الحمید ڈیرہ اسماعیل خان

[7] روزنامہ مشرق، ص1، شائع 1970ء

[8] روحانی بارزئی، محمد موسیٰ ہفت روزہ ترجمان اسلام، ص237

[9] یہ کتاب مرکزی دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی لائبریری میں محفوظ ہے۔ مارکیٹ میں دستیاب نہیں ہے۔ راقم الحروف نے خود یہ کتاب ملاحظہ کی ہے۔

[10] مفتی اعظم مولانا مفتی محمود کی علمی دینی وسیاسی خدمات، ص367

[11] مولانا مفتی محمود کی علمی و دینی خدمات، ص288

[12] محمد بن عبد اللہ، مشکوۃ المصابیح، کتاب العلم، حدیث نمبر 203

[13] قادری، اکرام، ہفتہ روزہ ترجمان اسلام لاہور، مفتی محمود نمبر، سن اشاعت نامعلوم، ص149

[14] سردار عبد القیوم، مفتی محمود زعمائے ملت کی نظر میں، ص60

[15] عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبد الحئ عارفی جون 1898ء میں کدورہ ریاست (یوپی، ہندوستان) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وہیں سے حاصل کی۔ M.A.O کالج علیگڑھ سے بی۔ اے پاس کیا اور پھر لکھنؤ یونیورسٹی سے قانون کی ڈگری حاصل کی۔ حکیم الامت اشرف علی تھانوی کی ہدایت پر آپ نے وکالت کو چھوڑ کر دینی تعلیم حاصل کی۔ 1950ء میں کراچی ہجرت کی۔ کسبِ معاش ہومیوپیتھک اختیار کیا۔ اور اپنے عارفانہ کلام سے عارفی کے لقب سے مشہور ہوئے۔

[16] عبدل خیل ڈیرہ اسماعیل خان شہر سے 45 میل کے فاصلے پر جبکہ پنیالہ سے تقریباً ۱۰ کلومیٹر کے فاصلے پر بے آب وگیاہ علاقہ تھا۔ جہاں شمال اور جنوب میں خشک پہاڑ اور درمیان میں ریت کے ٹیلے ہیں۔ ابتداء میں پانی کی بہت قلت تھی۔ مگر آپ کی اور مولانا فضل الرحمن کی کوششوں سے اس وقت پانی کی قلت ختم ہوگئی ہے۔ اور پورے عبدل خیل میں پینے کا صاف پانی وافر مقدار میں موجود ہے۔ گاؤں کے عوام میں دینی بیداری بھی آپ کی بدولت پیدا ہوئی۔ جس کی وجہ سے آپ کے خاندان کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

[17] مفتی محمود کی علمی و دینی سیاسی خدمات، ص44

[18] تفسیر ابن کثیر، الحافظ عماد الدین ابی الغداء اسماعیل بن کثیر، دار القرآن الکریم، بیروت، ج3، ص494

[19] جانباز مرزا، حیات امیر شریعت، مکتبہ تبصرہ لاہور 1970ء، ص345

[20] آپ 19 جولائی 1894ء کو ڈھاکہ بنگلہ دیش میں پیدا ہوئے۔ آپ 1951ء سے 1953ء تک پاکستان کے دوسرے گورنر جنرل تھے۔ لیاقت علی خان کی شہادت کے بعد آپ نے چارج سنبھالا آپ کا تعلق ڈھاکہ بنگال (بنگلہ دیش) سے تھا۔ علی گڑھ یونیورسٹی سے فارغ التحصیل تھے۔ آپ بنگال میں وزیر تعلیم اور پھر وزیر اعلیٰ بھی رہے۔ آپ کی وفات 22 اکتوبر 1964ء ڈھاکہ میں ہوئی۔ اور وہیں پر دفن کیے گئے۔

[21] آپ گجرانوالہ کے ٹاؤن گھگڑ منڈی کے نزدیک قصبہ جلال میں 24 مئی 1887ء کو پیدا ہوئے۔ 1907ء میں آپ نے علوم دینیہ کو مکمل کیا۔ آپ نے تحریک ختم نبوت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ 1931ء میں میکلیگن انجینئرنگ کالج لاہور کے انگریز پرنسپل نے پیغمبر اسلام کے خلاف نازیبا کلمات استعمال کیں۔ تو آپ نے اس کے خلاف آواز اُٹھائی۔ آپ کو اس سلسلے میں گرفتار کر لیا گیا۔ آپ نے انجمن خدام الدین کا قیام عمل میں لایا۔ آپ کی وفات 23 فروری 1962ء کو ہوئی۔ اور لاہور میں مدفون ہیں۔

[22] آپ 1896ء میں ہندوستان کے مشہور گاؤں جالندھر میں پیدا ہوئے۔ آپ ایک عظیم مذہبی رہنما تھے۔ انہوں نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے پہلے جنرل سکریٹری اور تیسرے امیر کی حثیت سے خدمات انجام دیں۔ مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری کے قریبی ساتھیوں میں سے تھے۔ قادیانیوں کے خلاف جدوجہد میں ان کے ساتھ تھے۔ 1971ء میں وفات پائی۔ آپ پاکستان کے خیر المدارس ملتان کے پہلے مہتمم تھے۔

[23] آپ 3 مئی 1920ء شجاع آباد میں پیدا ہوئے، عطاء اللہ شاہ بخاری کے شاگردوں میں سے ہیں، 1953ء کی تحریک ختم نبوت میں اہم کردار ادا کیا۔ آپ نے قادیانیت کے خلاف 9 سال تک قید کاٹی۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی وفات کے بعد آپ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے امیر منتخب ہوئے۔ آپ کی وفات 23 نومبر 1966ء میں ہوئی۔

[24] کمال احمد حسین، ڈاکٹر، ہفت روزہ ترجمان اسلام (مفتی محمود نمبر)، لاہور، ص 56

[25] تذکرہ علمائے خیبر پختونخواہ، محمد قاسم بن محمد امین صالح، دار القرآن والسنۃ، سلطان آباد آدینہ صوابی، 1436ھ، ستمبر 2015ء، ص 572

[26] حضرت مفتی محمود زعمائے ملت کی نظر میں، مجیب الرحمن شامی، مکتبہ دیوبند محلہ جنگی عقب قصہ خوانی بازار شہر، ص ۲۵۳

[27] ارباب سکندر خان خلیل 1911ء میں تہکال بالا پشاور میں پیدا ہوئے۔ اسلامیہ کالج سے بی۔اے پاس کر کے علیگڑھ یونیورسٹی سے قانون کی ڈگری حاصل کی۔ وکالت کے شعبہ سے منسلک تھے نیپ جمعیت کے اتحاد میں آپ کو صوبہ کا گورنر مقرر کیا گیا۔ نیک سیرت شخصیت تھے۔ 7 مارچ 1982ء کو اپنے کھیتوں میں چہل قدمی کر رہے تھے۔ کہ نامعلوم افراد نے آپ کو شہید کیا۔

[28] مفتی محمود زعمائے ملت کی نظر میں، ص 368

[29] پشاور کی یہ مشہور اور قدیم ترین مسجد ہے۔ جو 1670ء میں کابل کے گورنر مہابت خان نے شاہی مسجد لاہور کی طرز پر تعمیر کروائی۔ اور اسی کے نام سے منسوب ہے۔ اس میں دار العلوم اشرفیہ کے نام سے دینی مدرسہ بھی ہے۔ جو اب عید گاہ روڈ اشرفیہ کالونی میں محکمہ اوقاف کی زمین پر تعمیر ہے۔ مسجد مہابت خان زیرِ اہتمام محکمہ اوقاف خیبر پختونخواہ ہے۔

[30] غفور احمد پروفیسر، ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور مفتی محمود نمبر، ص 91-92

[31] کراروی غضنفر، علامہ ہفت روزہ ترجمان اسلام لاہور، مفتی محمود نمبر، ص 73

[32] عثمانی، محمد تقی، مفتی، خطبات ختم نبوت،، ج 1، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان، ستمبر 1996ء، ص 382

[33] اللہ وسایا، قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر بحث کی مصدقہ رپورٹ، ج 1، طبع ناصر زین پریس لاہور، ستمبر 2011ء، ص 3،4

[34] مرزا ناصر احمد 6 نومبر 1909ء کو قادیان میں پیدا ہوئے۔ آپ جماعت احمدیہ کے تیسرے خلیفہ تھے۔ اور مرزا غلام احمد قادیانی کے پوتے تھے۔ والد کا نام مرزا بشیر الدین محمود تھا، جو احمدیہ جماعت کے دوسرے خلیفہ تھے۔ 1974ء میں پاکستان کی قومی اسمبلی میں جماعت احمدیہ کے مناظرے میں اپنے عقائد کے حوالے سے دلائل اور موقف پیش کیئے تھے۔ ان کی موت 9 جون 1982ء کو 72 سال کی عمر میں ہوئی۔

[35] قادری، اکرام، ہفتہ روزہ ترجمان اسلام لاہور، مفتی محمود نمبر، ص 422

[36] اللہ وسایا، قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ 5 جلدیں، ص ۲۲۴

[37] قومی اسمبلی میں مصدقہ رپورٹ، ج 1، ص 5،

[38] Procedings of the special committee of the whole House Held in cemra to consider the Qadiani issue.Page8 official Report.

[39] قومی اسمبلی میں مصدقہ رپورٹ، ص 422

[40] مولانا سمیع الحق، دار العلوم حقانیہ اور ردِ قادیانیت، موتمر المصنفین، دار العلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک 2017ء، ص 196

[41] عبد الحفیظ مکی کا تعلق ڈیرہ رحیم یار خان سے ہے۔ آپ کافی مدت سے خانہ کعبہ میں بعد از نماز مغرب اُردو میں بیان کرتے ہیں خاص کر حج کے ایام میں کافی حجاج کرام آپ کے وعظ سے مستفید ہوتے ہیں۔ سعودی عرب کی حکومت نے آپ کو یہ خدمت کرنے کی اجازت دی ہے۔ اکثر برصغیر پاک وہند کے جید علماء سے آپ کا تعلق ہے۔

[42] مولانا عبد الحفیظ مکی، زبانی تقریر (ریکارڈنگ راقم الحروف کے پاس موجود ہے)